قرائنی شهادت

نزعی بیان کی شرعی حیثیت

ڈاکٹر محمد عبدالعلی اچکزئی

پروفیسر شعبہ اسلامیات بلوچستان یونیورسٹی کوئٹہ

نمبر شمار: ذیلی عنوانات

۱: آیت کریمہ کا پس منظر

۲: واقعہ مذکورہ سے فقہاء کا استدلال

۳: امام مالکؒ کا حدیثی روایات استدلال

۴: جمہورے کے رائے

۵: نزعی بیان سے جرم کی ثبوت کے لئے شرائط

ارشاد خداوندی ہے:

فقلنا اضربو ہ ببعضها کذٰلک یحی اللّٰہ الموتیٰ ویریکم اٰیٰتہ لعلکم تعقلون. (سورۂ البقرہ، آیت ۷۳)

پھر ہم نے کہا مارو اس مردہ پر اس گائے کا ایک ٹکڑا، اسی طرح زندہ کرے گا اللہ مردوں کو، اور دکھاتا ہے تم کو اپنی قدرت کے نمونے تاکہ تم غور کرو۔

آیت کریمہ کا پس منظر:

آیت مذکورہ میں بنی اسرائیل کے ایک واقعہ کا ذکر ہے، بنی اسرائیل کے ایک مال دار شخص کو اس کے بھتیجے نے اس لئے قتل کیا کہ مقتول کے مال کا مالک بن جائے۔ قاتل نے جن لوگوں پر قتل کا الزام لگایا، انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضری دی اور اپنی برأت کا اظہار کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، ان پر وحی نازل ہوئی کہ ایک گائے ذبح کر کے اس کا کوئی حصہ مقتول کے جسم پر لگادو، مقتول زندہ ہو کر اپنے قاتل کی نشاندہی کرے گا۔ بنی اسرائیل نے گائے کے بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بے جا اور غیر ضروری سوالات کئے اور آخر کار انہوں نے گائے کو ذبح کر کے اس کا ایک حصہ مقتول کے جسم پر لگادیا، جس پر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ مردہ جی اٹھا اور اس نے قاتل کی نشاندہی کی اور پھر مر گیا۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: ابن کثیر ،تفسیر القرآن العظیم /ج ا ،ص ۱۰۸)

واقعہ مذکورہ سے فقہاء کا استدلال:

واقعہ مذکورہ سے بعض فقہاء نے یہ استدلال کیا ہے۔ کہ مقتول قریب المرگ نزعی حالت میں اپنے قاتل کی نشاندہی کرے تو اس قول کا اعتبار کیا جائے گا، جیسا کہ امام مالک کہتے ہیں۔ **هذا مما يبين ان قول الميّت دمی عند فلان مقبول.** (ابن العربی /احکام القرآن ج ا ص ۲۴)

اس واقعے سے واضح ہوتا ہے۔ کہ میت (قریب المرگ) کا یہ کہنا کہ مجھے فلاں نے قتل کیا ہے۔ قبول کیا جائے گا۔

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں: **استدل لمذهب الا مام مالکؒ فی کون قول الجریح فلان قتلنی لوثاً بهذه القصة لان القتیل لما حیی سئل عمن قتله فقال فلان قتلنی فکان ذالک مقبولا منه لا نه لا یخبر حینئذ الا باا لحق ولا یتهم والحا لة هذه .**

(علامه ابن کثیر /تفسیر القرآن العظیم /ج ۱، ص ۱۱۲)

اس آیت سے امام مالکؒ کے مذہب کے لئے یہ استدلال کیا گیا ہے۔ کہ اگر کوئی زخمی شخص یہ کہے کہ فلاں شخص نے مجھے قتل کیا ہے۔ تو اس واقعے سے استدلال کرتے ہوئے اس کا یہ قول ثبوت سمجھا جائے گا۔ اس لئے کہ مقتول کے جی اٹھنے کے بعد اس سے دریافت کرنے پر اس نے بتا دیا کہ مجھے فلاں قاتل نے قتل کیا ہے۔ تو اس کے اس قول کا باور کیا گیا۔ کیونکہ ظاہر ہے۔ کہ دم آخر ایسی حالت میں انسان عموماً سچ ہی بولتا ہے، اور اس وقت اس پر الزام نہیں لگایا جاتا۔

امام مالکؒ کا حدیثی روایات سے استدلال:

امام مالک اپنی بات کے اثبات کے لئے اس حدیث کو بھی بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ جسے حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں یہودی نے ایک لونڈی کا سر دو پتھروں کے درمیان کچل ڈالا۔

(صحیح البخاری / کتاب الدیات، باب سوال القاتل حتی یقر والاقرار فی الحدود، رقم ۶۸۷۶)

ایک دوسری روایت میں ہے۔ کہ یہ لونڈی زیور پہنے ہوئے مدینہ آئی، ایک یہودی نے اسے پتھر مارا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائی گئی۔ اس وقت اس میں کچھ جان باقی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اقتلک فلان۔ ''کیا تجھے فلاں نے قتل کیا ہے'' اس نے انکار میں سر ہلایا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ پوچھا تو اس نے پھر اسی طرح سر ہلایا۔ لیکن جب تیسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ تو اس نے اثبات میں سر ہلایا، یہودی کو پکڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا۔ اس نے خاصی جرح کے بعد آخر کار اعتراف جرم کرلیا، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس کا سر پتھر سے کچل دیا گیا۔ **(صحیح البخاری / کتاب الدیات ، با ب اذا قتل بحجراو بعصا ، رقم ۶۸۷۷)**

امام مالک کے مذہب کو تقویت دینے کے لئے واقعہ بنی اسرائیل اور مذکورہ روایات کو بطور استدلال نقل کرنے کے بعد امام الباجی لکھتے ہیں:

واستد لو امن جهة المعنی بان الغالب من احوال الناس عند الموت ان لا یتزو دومن الدنیا قتل النفس التی حرم اللّٰه بل یسعیٰ الی التوبة والا ستغفار والندم علی التفریط ورد المظا لم ولا احد ا بغض الی المقتول من القا تل فمحال ان یتزو دوامن الدنیا سفک دم حرام.(قاضی ابو الولید ، سلیمان بن خلف بن سعد بن ایوب الباجی /المنتقی شرح مو طا امام مالک /مصر، مطبعة السعادة، طبعة اولی، ۱۳۳۱ ه/کتاب القسا مة /ج ۷،ص ۵۶)

اصحاب مالک نے قریب المرگ مقتول کے نزعی بیان کی معنوی جہت سے بھی استدلال کیا ہے۔ ان کے نزدیک موت کے وقت لوگوں کی

حالت یہ ہوتی ہے۔ کہ وہ (غلط نشاندہی کر کے) ایسے قتل کو جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ بطور زادراہ نہیں لے جانا چاہتے، بلکہ وہ توبہ، استغفار، گناہوں پر ندامت اور مظالم کورد کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور مقتول کے نزدیک قاتل (حقیقی) سے زیادہ کوئی مبغوض نہیں ہے۔ تو محال ہے۔ کہ وہ خون ناحق بہانے کو بطور زادراہ دنیا سے لے جائے۔

جمہور کے رائے:

لیکن جمہور علماء کی رائے امام مالک کی رائے کے خلاف ہے۔ جیسا کہ امام قرطبی لکھتے ہیں۔ کہ امام شافعی اور جمہور علماء نے امام مالک کے مذہب کورد کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ یہی (ہمارا مذہب) صحیح ہے، کیونکہ مقتول کا یہ قول کہ میرا خون فلاں پر ہے، یا فلاں نے مجھے قتل کیا ہے۔ ایک خبر ہے۔ جو سچ اور جھوٹ دونوں کا احتمال رکھتی ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ مدعی علیہ (جس پر قتل کا دعویٰ کیا گیا ہے۔) کا خون معصوم اور ممنوع الاباحت ہے، مگر یقین کے ساتھ۔ اور احتمال کے ساتھ یقین حاصل نہیں ہوتا، تو مقتول کے اس قول کا اعتبار باطل ہے۔ کہ میرا قاتل فلاں ہے۔ (اور مقتول بنی اسرائیل سے اس پر استدلال صحیح نہیں کیونکہ) بنی اسرائیل کے مقتول کا واقعہ تو ایک معجزہ تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ وہ اسے زندہ کرے گا۔ اور یہ قاتل (کی نشاندہی) کے بارے میں ایک ایسی خبر کو متضمن ہے۔ جو یقینی ہے۔ اور جس میں کسی دوسرے احتمال کا کوئی دخل نہیں، پس یہ دونوں علیحدہ ہو گئے۔

امام مالک نے جس حدیث کو بطور حجت پیش کیا ہے۔ اس کو نقل کرنے کے بعد ابن الطلاع لکھتے ہیں۔ کہ اس حدیث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ "واضح اشارہ کلام کی مانند ہے۔ (امام ابوعبداللہ محمد بن فرج المالکی/اقضیۃ الرسول (اردو)/لاہور، ادارہ معارف اسلامی، ۱۹۹۱/ کتاب الحدود/ص ۱۲۱)

امام مالکؒ کے نزد اشارہ صریح کلام کے قائم مقام ہے:

اس کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمٰن لکھتے ہیں۔ کہ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ زخمی یا مضروب کے کہنے پر اس آدمی کو قتل کیا جاسکتا ہے۔ جس پر وہ جان لیوا زخم یا ضرب لگانے کا الزام عائد کرے اور اس کا اشارہ کلام کے قائم مقام ہوگا، امام مالک کا یہی مسلک ہے۔ جو امام نووی نے بیان کیا ہے۔ (شرح صحیح مسلم للنووی/ کتاب القسامة والمحاربین والقصاص والدیات، باب القسامة/ج ۲، ص ۵۵)

لیکن جمہور کی رائے اس کے برعکس ہے۔ صحیح بخاری کی روایات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ یہودی نے قتل کا اقرار کر لیا تھا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ امام بخاری نے باب کا عنوان دیا ہے۔ سوال القاتل حتی یقرو الاقرار فی الحدود. (صحیح البخاری /کتاب الدیات، باب رسول االقاتل حتی یقرو الاقرار فی الحدود، باب نمبر ۴)

پھر اس حدیث کو اس باب میں شامل کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کو محض لونڈی کے قول کی بنا پر قتل نہیں کرادیا تھا۔ (بلکہ قاتل کے اقرار کی بنیاد پر اسے قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔) پس اس سے امام مالک کے اس قول کی تردید ہوجاتی ہے۔ کہ

زخمی کے قول کو قبول کر کے ملزم کو قتل کر دیا جائے۔(ابن طلاح/اقضیۃ الرسول، تحقیق محمد ضیاء الرحمٰن/ کتاب الحدود/ص ۱۱۸، ۱۲۱)
بہر حال نزعی بیان قصاص کے مقدمات میں قاتل کی نشاندہی کے لئے ایک اہم قرینہ ہے، جس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، جیسا کہ مولانا عمر احمد لکھتے ہیں۔ کہ نزعی بیان خواہ زبانی ہو یا تحریری، کی بہت بڑی اہمیت ہے۔اور عام عدالتوں میں اسے قابل قبول سمجھا گیا ہے۔اگر کوئی شخص زخمی ہو کر مر جائے اور مرنے سے پہلے وہ اپنے مرنے کا سبب اور واقعہ بیان کر دے کہ اسے کسی شخص نے زخمی کیا اور کیا واقعہ پیش آیا تو اس کا بیان استغاثہ کے مثل شمار ہوگا۔

نزعی بیان سے جرم کی ثبوت کے لئے شرائط:

لیکن اس کی چند شرائط ہونی چاہیں۔مثلاً۔الف: نزعی بیان مقتول کے اپنے الفاظ میں من وعن درج کیا گیا ہو۔ب: مقتول پر جب حملہ ہوا ہو تو اس کے فوراً بعد اس نے اپنا بیان ریکارڈ کرادیا ہو، اور اسے زیادہ غور وفکر کرنے اور لوگوں سے مشورہ کرنے کا موقعہ نہ ملا ہو۔
ج: مقتول صحیح الدماغ ہو، فاتر العقل نہ ہو۔اور اس نے سارے واقعہ کا مشاہدہ کیا ہو۔د: جس جگہ واقعہ وقوع پذیر ہوا وہاں پوری روشنی رہی ہو اور مقتول نے قاتل کو پہچانا ہو، ھ: مقتول کے نزعی بیان میں تعارض یا تناقض نہ ہو۔ان شرائط کے ساتھ نزعی بیان کی شرعی اہمیت ہونی چاہئے اور ہمارے ناقص خیال میں ایسے بیانات کے مطابق فیصلے کئے جاسکتے ہیں۔
(مولانا عمر احمد عثمانی/فقہ القرآن/ کراچی، ادارہ فکر اسلامی / طبع اول، ۱۹۸۵/ج ۶ ص ۱۷۵، ۱۷۷)

بشکریہ ماہنامہ تعمیر افکار ج ۴/شمارہ ۱۰/۱۱ مارچ اپریل ۲۰۰۴

زیر نظر مقالہ سے اتفاق ضروری نہیں بلکہ قارئین کو تحقیق وتدقیق کی دعوت دی جاتی ہے (ادارہ)

زراعت کی حوصلہ افزائی:

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”مسلمان جو پودا بوتا یا اُگاتا ہے اور پھر اس میں سے کوئی انسان، جانور یا کوئی اور چیز کھالے یا چوری کریں تو وہ ضرور اس کے لئے صدقہ بن جاتا ہے“۔
[صحیح مسلم(۵۵۲): کتاب المساقاۃ(۲۲): باب فضل الغرس والزروع (۲): عن جابر]